ہماری ناکامی ونامرادی کے اسباب

ازافادات : محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ صدائے مسلم جہلم

عالمِ اسلام مظلوم، پاکستان مجبور اور اہلِ پاکستان پریشان حال... آخر وجہ کیا ہے؟

ہم دعوتِ فکر دیتے ہیں، "ہماری ناکامی ونامرادی کے اسباب" کا مطالعہ کیجئے... پھر اپنی اصلاح اور اپنے حلقہ اثر کی رہنمائی فرمائیں!

سرزمینِ پاکستان، پاک لوگوں کا وطن کہلاتی ہے۔ اور ایک بیان کے مطابق یہ اولیاء اللہ کی زمین ہے۔ ماشاء اللہ۔ اگر ان مبینہ اولیاء اللہ کے مزارات اور زندہ موجود اولیاء اللہ کی تعداد کے متعلق کوئی سروے کیا جائے تو اس ملک کے ایک مربع کلومیٹر میں کم از کم ایک مزار بلکہ بعض صورتوں میں دو دو اور چار چار زیارت گاہیں اور اسی قدر زندہ موجود شخصیات مل جائیں گی، جن کے آستانوں پر ہجومِ خلائق رہتا اور عقیدت کے پھول برستے اور نذرانے چڑھتے ہیں۔ ہمیں اس بیان سے تعرض کرنے کی ضرورت نہیں البتہ یونہی ایک خیال منطقی سا ذہن میں آیا اور اس تحریر کی تحریک کر گیا۔ وہ یہ کہ اگر مزارات جو مبینہ طور پر مرکزِ تجلیات ہیں اور سجادہ نشین اور غیر سجادہ نشین اولیاء جو درجہ ولایت پر متمکن ہیں، اگر ان کا نورِ ہدایت اور رشد وعرفان کی ضیاء اپنے اپنے گرد و پیش کی صرف ایک ایک مربع میٹر زمین اور اس میں بسنے والوں کو منور کر دیتی اور ان کی دنیا بدل دیتی اور ان کے فیض و مکرمت سے صرف دس دس بندے ہی ھدایت پا جاتے تو اس ملک کا ایک بچہ بھی غیر اسلامی زندگی بسر نہ کر رہا ہوتا۔ میں یہ بات کسی غیر عقلی تخیل کے تحت نہیں سوچتا بلکہ میرے پاس صحابہ کرامؓ کی حیاتِ طیبہ کی دلیل موجود ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے یہ شاگردانِ گرامی عرب، عجم، افریقہ، چین، کوہ قاف میں جرجان، سندھ اور جزیرہ ہند کے ساحلوں تک گئے اور ایک ایک صحابیؓ کے نورِ ہدایت سے وسیع علاقے اسلام سے مشرف ہوئے اور آگے چل کر مجدد زمان ثابت ہوئے۔ اسی طرح اگر ہمارے اولیاء اللہ اور ان کی موروثی ولایت کے موجودہ مالک کم از کم ایک ایک چور کو ہی قطب بنا دیتے تو اس ملک میں کوئی چور نہ ہوتا۔ کوئی بدکار نہ ہوتا۔ کوئی عصمت فروش اور کوئی اس متاع گراں مایہ کا خریدار نہ ہوتا۔ ہمارے ہاں ترنم اور موسیقی کی ملکائیں نہ ہوتیں۔ بلکہ چادرِ زہراؓ کے دبیز پردے ہر عفت مآب چہرے پر تنے ہوتے ہمارے بازاروں میں تہذیبِ مغرب کی فحاشی ہماری مستورات میں متشکل ہو کر نہ پھرتی۔ اور اسلام کا پردہ ان کے

چہروں سے اتر کر مردوں کی عقل پر نہ پڑ گیا ہوتا۔ اور پھر ہم اللہ تعالیٰ کی معہودہ خلافتِ ارضی سے محروم و معزول نہ کر دیئے جاتے جو اس نے قرآن مجید کی آیہ استخلاف میں مذکور فرمائی ہے۔

مسلم ریاستوں میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جو غیر اسلامی طرزِ حیات اور کافرانہ ادائے زندگی، نماز روزے سے دوری، سود خوری، فحاشی، قماربازی، مے نوشی وغیرہ کی شدت و کثرت ہے۔ اس پر نظر کریں تو پوچھنا پڑتا ہے کہ ولایت کے سجادوں، آستانوں اور مزاروں میں سونے والے بزرگوں اور زندہ پیروں اور انکے مراکزِ تجلیات کی روشنی کہاں گئی؟ پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ عوام ان سے دور رہتے ہیں۔ وہ توجوق درجوق اپنی گہری عقیدتوں اور سچی محبتوں اور بیش بہا نذرانوں کے ساتھ ان مراکزِ تجلیات پر حاضری دیتے ہیں اور درباروں کے سگ (کتے) کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، بلکہ اپنی شناخت انکی نسبتوں سے کرتے ہیں اور قادری یا نقشبندی کہلاتے ہیں۔ اب اگر نورِ ہدایت اور رشد و عرفان کے دریا بھی بہتے ہوں اور ارادت مند طالبانِ ہدایت بھی موجود ہوں تو پھر یہ گمراہی کہاں سے آگئی؟ پھر خلافتِ ارضی سے محرومی کیوں؟ پھر ہماری قسمتوں کے فیصلے امریکہ میں کیوں؟ پھر یہ مساجد کی نوحہ خوانی کیوں؟ پھر یہ شبستان ہائے شاہد و شراب کی آبادی کیوں؟ اگر ان آستانوں میں جگمگانے والے چراغ ہائے ہدایت صرف دس دس عقیدت مندانِ باصفا کو صراطِ مستقیم پر چلا دیتے، تو اس ملک میں بسنے والے تیرہ کروڑ افراد میں ایک بھی گمراہ نہ ہوتا اور اہلِ اسلام، استخلافِ باری تعالیٰ سے محروم نہ رہتے۔ پھر ملک کے طول و عرض میں الحمد للہ، مساجد اور ان سے ملحق عظیم الشان دینی مدارس کی تعداد معتد بہا اور روز افزوں ہے۔ محراب و منبر سے اٹھنے والی آواز اتنی جاندار ہے کہ ایوان ہائے اقتدار ان سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ دینی مدارس میں زیرِ تعلیم طلبا کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ رہبرانِ طریقت اور رہنمایانِ شریعت کی عظمتوں کے جھنڈے بھی آسمانِ مملکت پر لہرا رہے ہیں۔ مگر اسلام سے بے رغبتی اور معصیت سے رغبت روبہ اضافہ ہے۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں اسلامیات لازمی مضمون کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ تحریکِ پاکستان ہمارے نصاب میں نمایاں حصہ رکھتی ہے۔ شہریت بھی پڑھائی جاتی ہے۔ مگر اچھے پاکستانی اور اچھے شہری نہیں سامنے آتے۔ روحانیت کی تربیت و ترقی کے لیے لاتعداد مراکزِ تجلیات میں صاحبانِ کشف و کرامت جلوہ افروز ہیں۔ جن کے کمالات و کرامات پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مگر بچہ بچہ مادیت پرستی کی پستیوں میں پڑا ہے۔ تصوف کی خانقاہیں، مراقبہ ہال، اسمِ ذات اللہ کانفرنس، رائے ونڈ والی تبلیغی جماعت اور مولانا الیاس قادری کے دستارِ خضری (سبز پگڑی) والے نوجوان دن رات تبلیغ و ارشاد کا فریضہ کمال سلیقے سے ادا کر رہے ہیں مگر اس سب کچھ کے باوصف پاک باطن، مزکی النفس اور متقی لوگوں کی تعداد نہایت تیزی سے گرتی جارہی ہے تو کیا ضروری نہیں کہ یہ پوچھا جائے اور اپنے اپنے دل سے اس کا جواب

طلب کیا جائے کہ اس ہمہ گیر انحطاط کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ ہمارے اساتذہ، ہمارے دینی رہنما، ہمارے روحانی پیشوا، ہمارے مقتدا اور ہمارے علماء اتنے زبردست انتظامات کے باوجود ملک میں اسلام کا روحانی و اخلاقی انقلاب کیوں نہیں برپا کر سکے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ریاستی سطح پر فحاشی پھیلائی جاتی ہے۔ اور ہمارا الیکٹرانک میڈیا اپنی غلیظ لہریں وہاں تک پہنچا رہا ہے۔ جہاں تک ہوا کا گزر ہے۔ لیکن ایک الیکٹرانک میڈیا کے مقابلے میں، وہ تمام بابرکت ادارے اور پاکباز شخصیات کیسے غیر موثر ہو کر رہ گئے جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

اللہ باری تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔ اپنے کمزور بندوں کے گناہوں کو معاف بھی فرماتے رہتے ہیں۔ اپنے پاکباز بندوں، اپنے اولیاء، اپنے دین کے خادموں اور اپنے ذکر میں محو صوفیاء کی مساعی میں جو کمی ہے۔ اس سے صرفِ نظر فرما کر ان کی مساعی جمیلہ کو مشکور کیوں نہیں فرما دیتے؟ جبکہ ایسا کرنا ان کے فضل و کرم کی سنت ہے۔ میں نے اس سوال کے جواب کی تلاش میں قرآن مجید کا تا بمقدور مطالعہ کیا ہے۔ اور خاص طور پر آیہ استخلاف میرے سوال کا جواب دیتی ہے مگر میں پہلے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہماری سب بدبختیوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کی تہہ میں ہمارے عقائد کی خرابی کار فرما ہے۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ہم صدیوں سے ان عقائد پر جمے ہوئے ہیں اور ان پر ان اعمال کی عمارت اور مسندِ ارشاد بچھا کر بیٹھے ہیں۔ جن کا ذکر میں نے پیچھے کیا ہے مگر ہماری کوئی بھی سعی عنداللہ مشکور نہیں ہو رہی ہے تو یقیناً عقائد و اعمال میں کوئی ایسا نقص ضرور ہے جو اللہ جل شانہ کو گوارا نہیں ہے۔ رشد و ہدایت کے بے شمار منابع اور سرچشمے قرآن مجید، حدیث شریف، بزرگانِ دین کے ملفوظات، اولیاء کرام کے فرمودات، صوفیاء کے ارشادات اور حمد و نعت کے روح پرور پیغامات و نغمات سنا رہے ہیں مگر اس کے باوجود مسجدیں ویران ہیں۔ سود کا چلن عام ہے۔ فحاشی کا غلبہ ہے۔ غربت و افلاس کے عفریت ہر جگہ خودکشی کی صلیب نصب کر کے بیٹھے ہیں۔ سرمایہ دار اور نادار دونوں ہی سکون کی تلاش میں حیران و سرگرداں ہیں... بساطِ عالم پر نگاہ ڈالیں تو بھی دل شکن نقشہ نظر آتا ہے۔ یاسر عرفات امریکہ کے قدموں میں پڑا بیت المقدس کی واگزاری کے لئے تڑپ رہا ہے... صدام حسین کے عراق اور لبنان پر دن رات بمباری ہو رہی ہے۔ پہلے سربیا اور کسوو میں اور اب چیچنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی ہو رہی ہے، کشمیر کے مسلمان بھارتی سامراج کے ہاتھوں جو ستم [illegible] رہے ہیں تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی، روس اب پھر وادی داغان کے مسلمانوں کو تختہ مشق بنانے لگا ہے خریطہ عالم پر نظر ڈالیں تو جہاں تباہی ہو رہی ہو گی وہاں اس کا شکار صرف اور صرف مسلمان ہیں۔ آخر ہمارا قصور کیا ہے؟ ہمارا کیا گناہ ہے جو معاف ہونے میں نہیں آتا؟ وہ کونسا فعل ہے جو ہمارے لئے مسلسل اللہ کے غضب کو دعوت دے رہا ہے؟ تیس "ابدالوں" کی مستقل جائے مستقر شام کے کوہِ جولان پر یہود کا قبضہ کیوں ہے؟ عراق میں بقول بعضے شہباز لامکانی،

قطبِ صمدانی محوِ خواب اور حاضر و ناظر ہیں تو وہ اہلِ عراق کی مدد کو کیوں نہیں آتے ؟ تدبر فرمائیں! غور فرمائیں!! قبلہ اول پر یہود قابض ہو گئے مگر لشکرِ ابابیل پاکستان سے پرواز کر کے وہاں نہ جا سکا۔ دنیا کے کسی علاقے میں یہود، نصاری، ہنود، سکھ، پارسی بدھ بے خدا دہریہ، کافر وغیرہ نہیں پٹ رہا ہے... صرف مسلمان کی پٹائی ہو رہی ہے... انھی کی رسوائی ہو رہی ہے۔ آخر کیوں ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں اتحاد کا فقدان ہے مگر اتحاد کا نہ ہونا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کا موجب نہیں بن سکتا۔ یورپ میں ___ عیسائی برطانیہ، عیسائی فرانس، عیسائی جرمنی اور عیسائی اٹلی ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ جنگ سی (۳۰) سالہ، جنگ صد (۱۰۰) سالہ، پہلی جنگِ عظیم، اور دوسری جنگِ عظیم میں دونوں طرف عیسائی تھے مگر وہ کبھی مغضوب و مقہور و مغلوب نہ ہوئے اور نہ ہی آج کہیں بھی زمین پر انہیں من حیث للقوم لتاڑا اور چتھاڑا جا رہا ہے۔

میں نے قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے جو کچھ سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی بندوں کی کئی کوتاہیاں معاف فرما دیتے ہیں مگر شرک کو معاف نہیں فرماتے ___ میرے خیال میں ہمارے عقائد میں شرک اور اعمال میں بدعت ہے اس لئے ہمارا سب کچھ مردود اور ہمارا یہ گناہ نا قابل معافی ہے۔

میں نے اسی عالم حیرت میں سوچا... مسلمان کیسے مشرک ہو سکتا ہے ؟ تو قرآن مجید نے یہاں بھی اپنا ناطق ہونا ثابت کر دیا، تیرھواں پارہ سورۃ یوسف آیت نمبر ۱۰۶ میں جواب ملا : ﴿وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون﴾ "(ہاں ایک نہیں) "اور اکثر لوگ جو اللہ کو بھی مانتے ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کیے جاتے ہیں"۔ میرا اپنا عام خیال یہی تھا کہ مسلمان مشرک نہیں ہو سکتا... مگر یہ آیت اس خیال کی تردید کرتی ہے مسلمان ہو کر پھر شرک کرنا، کسی کافر کے شرک کرنے سے سنگین جرم ہے۔ کیونکہ کافر تو ایمان لانے سے ہی منکر رہا، وہ تو اللہ پر ایمان ہی نہیں لایا وہ کفر کرے، شرک کرے اور جو چاہے کرے... اسکے کفر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہونے کی... مگر ایمان لانے کے بعد پھر شرک کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے، اب ایک عجیب کیفیت سامنے آتی ہے کہ یہود و نصاری اور ہنود کفر و شرک کے باوصف اور ہر قسم کی بغاوت و معصیت کے باوجود دنیا میں پنپ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے ؟ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ مسلمان ہو کر شرک کرنا ___ یہ کہنے کے برابر ہے ہم شرک بھی کریں گے اور مسلمان ہونے پر اصرار بھی کریں گے اور ساتھ یہ جسارت بھی کریں گے کہ شرک کو شرک نہ سمجھیں گے بلکہ اسے عین توحید بھی کہیں گے۔ اعمال میں بدعت کو داخل بھی کریں گے اور اپنی بدعت کو سنت نبویؐ بھی کہیں گے۔ ہماری یہ باغیانہ روش چوری اور سینہ زوری کی آئینہ دار ہے۔ جبکہ یہود و ہنود اور دیگر صرف چوری کے مرتکب ہیں اسلئے انہیں دنیا میں کامیابی سے نواز دیا گیا جبکہ ہمیں قعرِ مذلت میں ڈال دیا گیا۔

اتحادِ امت ہم سب کی اولین تمنا ہے، مگر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ بنو عباس نے بنو امیہ کی حکومت کا تختہ الٹا اور سفاکی کی انتہا کر دی۔ ان کے مردے بھی قبروں سے نکالے اور ان پر کوڑے برسائے۔ آخر یہ اتحاد تو نہ تھا۔ بے اتفاقی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بنو امیہ کے ہاتھوں اندلس میں ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرائی... گویا اتحادِ امت تو ٹوٹا... مگر دونوں دھڑے تختِ حکومت پر فائز رہے، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ سارے عالمِ اسلام کا واحد حکمران نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے بھی کامیابیوں سے نوازا اور مسلمان من حیث القوم کبھی خوار نہ ہوئے۔ اورنگ زیب عالم گیر، پورے عالم اسلام کا واحد بادشاہ نہ تھا، ایران الگ تھا، عالمِ عرب کی اپنی خلافت دمشق میں قائم تھی مگر سب اپنی اپنی جگہ فائز المرام تھے... پھر موجودہ دور کے مسلمان سے کونسا ناقابلِ معافی جرم ہو گیا ہے کہ اسلام اپنے ہی گھر میں مجبور ہو گیا ہے جس کی انتہا ترکی میں دیکھیں کہ ایک مسلمان عورت کو وہاں سر پر دوپٹہ لینے کی اجازت نہیں اور اس جرم کی سزا یہ ہے کہ اس کی نا صرف رکنیت پارلیمنٹ ختم کر دی گئی بلکہ اسکی ترک نیشنلٹی بھی سلب کر لی گئی... بلند ایجوت نے اس کی سفارش کی اور سلیمان دیمرل نے اس پر حکم جاری کیا اور الحمد للہ یہ دونوں ''مسلمان'' ہیں، کیا یہ اللہ کی اتھارٹی کو کوئی چھوٹا چیلنج ہے؟ استغفر اللہ!! ترکی وہ ملک ہے جہاں پیر اول مولانا جلال الدین رومی کا مدفن ہے۔ ان کا ''فیض'' کہاں گیا؟

سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں۔ امت پر ابتلا کا کڑا دور ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی دن رات ''یا رسول اللہ مدد'' کی دہائیاں دے رہے ہیں، ''اسمع قالنا... انظر حالنا'' کی پکاریں بلند کر رہے ہیں مگر حضورؐ اقدس مدد نہیں فرما رہے ہیں.... کیا وہ ان کی پکاریں نہیں سن رہے ہیں؟ حالانکہ ان کے عقیدہ کے مطابق تو آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ جو اللہ سے مدد کے طالب ہیں... ان کی مدد کو اللہ بھی نہیں آرہا۔ میرے خیال میں کہیں کوئی بڑی اور بنیادی غلطی ہے اور وہ یہی غلطی ہے کہ ہم دونوں سے مدد کے طالب ہیں، اللہ تعالیٰ اس لئے مدد نہیں دیتا کہ ہم رسول اللہ سے بھی مدد مانگتے ہیں اور ''یا علی مدد'' بھی کہتے ہیں اور رسولؐ اللہ اور علیؓ اسلئے نہیں دیتے کہ وہ مدد دے نہیں سکتے۔

اب میں اپنے حاصلِ مطالعہ کا ایک اور مقام عالی شان قرآن مجید میں سے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور وہ ہے سورۃ الکھف کے آخری رکوع کی آخری آیت کا حصہ ﴿فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاًولایشرك بعبادۃ ربہ احداً﴾ ترجمہ: ''سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے'' اس کو اچھی طرح پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو وہ یقیناً مسلمان ہوگا، جو اس عقیدہ آخرت

پر ایمان رکھ کر نیک کام کرے گا وہ یقیناً مسلمان ہوگا، ان دو نشانیوں کی وضاحت اس لئے کی گئی ہے اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ حکم مسلمانوں کیلئے ہے، اس وضاحت کے بعد فرمایا گیا کہ وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ عقیدہ آخرت، اللہ کے حضور پیشی اور نیک اعمال کی مقبولیت کی شرط یہ رکھ دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ میرے خیال میں ہماری تمام سعی جو ہم اسلام کے میدان میں تبلیغ، دعوت وارشاد، عبادات، عشقِ رسولؐ، تعمیرِ مزارات، ارادت، عقیدت، عرس، قوالی، دمڑی، تصوف، طریقت وغیرہ کے نام پر کررہے ہیں اس میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں شرک وبدعت کی آمیزش ہو رہی ہے... اور جوں جوں ہم اپنی سعی میں وسعت لا رہے ہیں۔ توں توں پستی میں گرتے جارہے ہیں جذبے کی صفائی اور نیت کے خلوص میں اگر کوئی کمی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے کمزور بندوں کی کوتاہی سے صرفِ نظر فرماتے اور ہم من حیث القوم ذلیل نہ ہوتے۔ دیکھیں! اگر ہم سارے نہیں تو کچھ تو نمازیں پڑھتے ہیں... ہم سارے نہیں تو آدھے تو روزے رکھتے ہیں... قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے ہیں کچھ تو برکت ہمیں ملتی... مگر معلوم ہوتا ہے کہ رب کی عبادت میں ہم شرک کی ملاوٹ کرتے ہیں اور طریقِ کار میں بدعت کو شامل کر لیتے ہیں جس سے سب کئے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے۔ میری ان گزارشات سے یہ سوال ضرور ابھر کر سامنے آتا ہے کہ راقم اور اس جیسے لوگ تو اپنے عقائد کو شرک سے پاک اور اعمال کو بدعت سے صاف رکھنے کے مدعی ہیں تو پھر ان کی برکات سے معاشرہ کیوں محروم ہے؟ ایسے لوگ تعداد میں اتنے قلیل ہیں کہ جم غفیر میں آٹے میں نمک بھی نہیں بنتے۔ اور قانون ہے 'الشاذ کالمعدوم'' شبِ تار کی ظلمتوں کو حقیر جگنو اپنی ننھی اور ناتواں روشنی سے شکست نہیں دے سکتا۔ ہم اپنی سی کرتے رہتے ہیں مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اکثریت کو سامنے رکھا کرتے ہیں اگر اکثریت کے عقائد و اعمال شرک وبدعت سے پاک ہوتے تو عرشِ اعظم سے قبولیت کی سندِ خلافت ارضی کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی.... ہمارے عقائد جیسے عقائد کے حامل، افراد کے ضمن میں آتے ہیں۔ اگر ہمارے عقائد غلط ہوتے تو اس کی سزا، اکثریت کو نہ ملتی۔ یہ منطقی اور عقلی دلیل ہے۔ معلوم ہوتا ہے اکثریت پر پکڑ تھی... اور ہم آٹے کے ساتھ گھن کی طرح پس رہے ہیں۔

اب میں آپ کے سامنے قرآن پاک کا ایک اور مہتم بالشان مقام لاتا ہوں جو شہادت دے گا کہ اس میں مسلمانوں کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں اور ساتھ بیان کیا گیا کہ وہ شرک کرنے والے نہ ہوں تو پھر انہیں نیکی کرنے میں تیز رفتار اور اسے پانے کے لئے دوڑنے والا سمجھا جائے گا۔ شرک اور بدعت میں اپنا ایک خاص طلسم پایا جاتا ہے اس کا اثر ہے کہ اس کے مرتکب افراد کبھی یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ وہ یہ جرم کررہے ہیں۔ اسکے برعکس ہر گناہگار

اپنے گناہ کو گناہ ہی کہے گا۔ مثلاً شادی بیاہ پر ڈھول باجے بجانے والے ... یا مجرا کرانے والے یہ ضرور مانتے ہیں کہ وہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لیکن شرک وبدعت چونکہ استھانوں اور اچھے لوگوں کے ناموں پر ہوتا ہے اس لئے یہ میٹھا زہر بن کر بندوں کے عقائد و اعمال میں سرایت کر جاتا ہے، اور یوں بے خبری کے عالم میں ایک چھپے دشمن کی طرح ان کی دولتِ ایمان کو برباد کر دیتا ہے ... اور یہ سب کچھ نیکی کے نام پر ہوتا ہے۔ اور ایک دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ شرک وبدعت کی تعریف میں جو کتاب و سنت میں واشگاف طور پر متعین کر دی گئی ہے۔ جھمیلے ڈال کر اسے اس حد تک متنازعہ کر دیا جاتا ہے کہ بندے مجبور ہو کر شرک کو توحید اور بدعت کو سنت کہنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑی خرابی کی صورت جو عام لوگوں کیلئے نا قابلِ فہم ہوتی ہے وہ یہ کہ یہ سارا کام علماء کرتے ہیں۔ کرنے والے علماء ... جن مقامات کے گرد ہوتا ہے وہ مزارات، جن ناموں کے گرد ہوتا ہے وہ اولیاء ... تو بندے کدھر جائیں؟

بہر حال یہ اتنا سنگین جرم تھا کہ حضرت لقمانؑ نے دمِ واپسیں اپنے بیٹے کو جو آخری وصیت فرمائی وہ شرک سے اجتناب تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی یہ ضروری جانا کہ دم آخر اپنے بیٹوں سے ایک بار پھر پوچھ لیں اور اقرار لے لیں کہ وہ عبادت اللہ کی ہی کریں گے۔ تمام پیغمبرؑ اور ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ معصوم عن الخطاء تھے ذاتِ باری تعالیٰ کو معلوم تھا کہ وہ آپؐ سے کسی خطا کا صدور نہیں ہونے دے گا۔ کیونکہ حضورؐ براہ راست اسکی اپنی حفاظت میں تھے۔ اور اسی طرح سب پیغمبر بھی!! مگر پھر شرک کی مذمت ہمارے سمجھانے کو ان تمام پیغمبروں کو مخاطب کر کے فرمادی۔ ﴿ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك...﴾ (الزمر: ٦٥) ترجمہ: ''آپؐ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپؐ سے پہلے گزرے ہیں ان کی طرف بھی وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا''۔ اس آیت میں ''الیك''، ''اشرکت''، ''عملك'' میں ''ك'' کی ضمیر پر غور فرمالیں۔ یہ براہِ راست رسول اللہؐ سے خطاب ہے۔ رسول اللہؐ سے صدورِ شرک ممکن ہی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا۔ بتانا صرف ہمیں تھا کہ شرک اتنی بری چیز ہے، لہذا اس سے مجتنب رہنا۔

سورہ المومنون آیات نمبر ۵۷ تا نمبر ۶۱ ﴿ان الذین ھم من خشیة ربھم مشفقون ٥والذین ھم بایت ربھم یومنون ٥والذین ھم بربھم لایشرکون٥والذین یوتون ما آتوا وقلوبھم وجلة انھم الی ربھم راجعون ٥اولئك یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون﴾ ترجمہ: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے ہیں، اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں انکے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں یہ لوگ جلدی جلدی نیکیاں کر رہے ہیں اور ان کی

طرف دوڑ رہے ہیں"۔ ان آیات کا ایک ایک لفظ بول بول کر شہادت دے رہا ہے کہ یہ مسلمان کے حق میں ہے یعنی دیگر تمام عقائد و عبادات کے ساتھ مسلمان کا یہ وصف بھی ہونا چاہیے کہ وہ شرک نہ کرے مگر افسوس صد افسوس کہ ہم یہی کر رہے ہیں۔ اسی لیے ہمارا سب کیا کرایا برباد ہے۔ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں، ہم روزے بھی رکھتے ہیں، ہم معاد پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اللہ سے ڈرتے بھی ہیں، اسکی آیات پر ایمان بھی رکھتے ہیں، زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں... مگر ساتھ شرک بھی کرتے ہیں اور جو اعمال از قسم عبادات و انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں ان میں بدعت کو ملا کر اپنے ہاتھوں سے اپنی کمائی ضائع کر دیتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ شرک کو توحید اور بدعت کو سنت کہہ کر چوری اور سینہ زوری کے مرتکب اور اللہ کے غضب، مسکنت اور ذلت کے مستوجب ہو رہے ہیں۔ اب میں آیۂ استخلاف کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اہل اسلام اسے میری آواز کہہ کر نہ ٹھکرا دیں گے، بلکہ اپنی موجودہ حالت کو بدلنے کیلئے اپنے عقائد میں سے شرک اور اعمال میں سے بدعت کو نکالنے کی طرف توجہ دیں گے۔ اللہ نے صاف فرمادیا، خلافتِ ارضی، دین کی تمکنت اور خوف کی جگہ امن کو مشروط کر دیا گیا ہے" یعبدوننی لایشرکون بی شیئا" سے! ترجمہ: "تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالی وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائیگا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ نے) ان کیلئے پسند کیا ہے اسکو ان کیلئے قوت دے گا اور انکے اس خوف کے بعد اسکو مبدل بہ امن کرے گا (بشر طیکہ) میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو اسکے بعد کفر کرے گا تو یہ لوگ فاسق ہوں گے"۔

اس آیۂ استخلاف کے ذریعے مسلمانوں کو یعنی ایمان لانے والوں، نیک کام کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے اور اللہ تعالی نے ان سے خود وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو اپنی زمین میں حکومت اور اقتدار عطا کرے گا اور اسلام کو روئے زمین پر وہ تزک و احتشام اور غلبہ، دبدبہ اور طنطنہ عطا فرمائے گا کہ مسلمان کہیں بھی خوفزدگی، درماندگی اور بیچارگی کی زندگی نہ گزاریں گے بلکہ وہ ہر قسم کے خوف سے آزاد ہوں گے اور امن و سلامتی اور دلیری و بے باکی سے کرۂ ارض پر تمکنت اور شان و شوکت کی زندگی جئیں گے لیکن یہ وعدہ اس وقت تک قائم ہے جب تک مسلمان ﴿یعبدونی لایشرکون بی شیئا﴾ کی شرط پوری کرتے رہیں گے۔ دیکھئے اللہ نے فرمایا: "میری عبادت کرتے رہیں" مگر اسی پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ اس عبادت میں میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں یعنی وہ شرک فی العبادات بھی نہ کریں اور شرک فی الصفات و اختیارات بھی نہ کریں۔ یہ نہ ہو کہ نمازیں تو رب کی پڑھتے رہیں اور اس کے اختیارات میں دوسری ہستیوں کو شامل کرتے رہیں۔ ہم خلافتِ ارضی سے محروم ہیں۔ کرۂ ارض پر درماندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آزاد مسلم ریاستوں کے حکمران بھی امریکی غلامی کا قلادہ گلے میں ڈالے

ہوئے ہیں۔ کہاں کی شوکت ؟ کہاں کی تمکنت ؟ کہاں کا امن ؟ اور یہ ساری خرابی اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ مسلمان اکثریت ﴿لا یشرکون بی شیئا﴾ کی شرط پوری نہیں کر رہی ہے، ہمارے ساتھ وعدہ دنیا کی امامت کا تھا...... وہ امریکہ اور جی-ایٹ کو مل گئی اور یہ سب کیا دھرا شرک کا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿وان المساجد لله فلا تدعو امع الله احداً﴾ (الجن :۱۸) ترجمہ :"اور سب مسجدیں (سجدے) اللہ ہی کے لئے ہیں اور تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہ کو نہ پکارو"۔ ایک سجدہ مزار پر اور دوسرا پیر طریقت کے قدموں پر اور تیسرا مسجد میں... یہ قبول نہ ہوگا۔ یہ ملاوٹی سجدہ ہے۔

ایک عقلی طریقہ کار سوچ کا ہے اور وہ یہ کہ مسلمان جن عقائد پر صدیوں سے جمے آرہے ہیں ان پر رہتے ہوئے وہ روز بروز پستی میں جا رہے ہیں تو... عقل کا تقاضا ہے کہ ان میں اصلاح کی ضرورت کو تسلیم کر لیا جائے اور انہیں پھر سے ان بنیادوں پر استوار کریں جن پر رسول اللہ ﷺ نے استوار کیا اور اس دنیا میں چھوڑا تھا ہماری فلاح کا یہی ایک راستہ ہے، ہماری تمام ناکامیوں، تمام نامرادیوں، تمام محرومیوں، تمام ناداریوں، تمام بیچارگیوں، تمام درماندگیوں، تمام بیماریوں کا خواہ وہ سیاسی ہوں، معاشی ہوں، معاشرتی ہوں ایک ہی حل ہے اور وہ حل میں نے نہیں بتایا... بلکہ اس خالق و مالک نے بتایا ہے جسکو ہم نے اپنا الہ تسلیم کیا ہے۔ اور وہ حل ہے ﴿یعبد وننی لا یشرکون بی شیئا﴾ عقیدت، محبت، ادب، احترام، ارادت یہ سب تعلیماتِ اسلامی کے اسباق ہیں۔ ولایت برحق مگر نذر و نیاز، دعا، پکار، مشکل کشائی، حاجت روائی، غیب دانی، حاضر و ناظر ہونا، اولاد کا دینا، نہ دینا، سجدہ، سلام اکیلے اللہ کیلئے ہے۔ یہ عقیدت کے کارنامے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا ٹھہرایا اور حضرت محمد ﷺ کو نور من نور اللہ ٹھہرایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ کو الٰھین کہا اور تثلیث بنائی۔ ثواب و زیارت کی خاطر بیت اللہ یعنی مسجد الحرام اور اسکے پیارے رسولؐ کی مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کا سفر جائز ہے۔ کسی دیگر نام نہاد زیارت گاہ کا سفر و قصد بغرضِ ثواب و تقرب شرک ہے۔ بوسہ صرف حجر اسود کا ہے۔ مزارات پر پڑی صدف اور چادروں اور پھولوں کا چڑھانا بدعت ہے۔ ان کی خاک کھانا، وہاں کے طعام کو برکت کیلئے کھانا بلکہ سرے سے کھانا ہی نا جائز ہے، اگر مزارات کی دھمال کی کوئی دینی حیثیت ہوتی تو ہم اسکی برکت سے دنیا میں ذلیل نہ ہوتے اگر ان میں سے کوئی عقیدہ درست ہوتا اور ان میں سے کوئی بھی عمل سنت کے خلاف نہ ہوتا تو ہمیں خلافتِ ارضی سے محروم کر کے قعرِ ذلت میں نہ ڈال دیا جاتا۔ ہم کارخانے لگاتے ہیں۔ تجارت کرتے ہیں۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اب ہم ایٹم بم بنانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس اعلیٰ پائے کی فوج ہے۔ ملک میں پہاڑ، دریا، گلیشیئر، وسیع میدان اور خوبصورت بحیرۂ عرب کے ساحل ہیں۔ مسلمان چاہیں اور تیل کی سپلائی بند کر دیں تو یورپ سمیت۔

جاپان اور چین کی صنعت کا پہیہ جام ہو جائے۔ سلطان برونائی ملکہ برطانیہ سے زیادہ دولت مند اور کویت کی فی کس آمدنی، امریکہ کی فی کس آمدنی سے زیادہ ہے، مگر مسلمان روئے زمین پر ذلیل ہیں۔ ہاں یہ بھی ہے کہ عالمِ اسلام میں جہاں جہاں شرک اور بدعت کم ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے سائے گہرے ہیں۔ کیا اہلِ اسلام اس بات کو پسند کریں گے کہ اللہ باری تعالیٰ کے تمام اختیارات اسی کیلئے مخصوص کر کے بھی دیکھ لیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن ہستیوں کو ہم یہ اختیارات دے رہے ہیں وہ ان کے لینے پر بھی تیار نہ ہوں۔ کیونکہ اس کے نیک بندے، جنہوں نے عبادت و ریاضت کے میدان میں بڑی کمائی کی ہے وہ اس کی غلامی اور بندگی میں اپنا مقام پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس کے اختیارات میں شراکت کے طلب گار نہ تھے۔ وہ خود اپنی عبادت اس کے لئے مختص کرتے تھے۔ وہ خود اسکے در کے سوالی تھے، اسلئے ہمیں چاہیے کہ ہم حنیف مسلم بن کر بھی دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ ہمیں خلافتِ ارضی سے سرفراز کر دیا جائے گا۔ یاد رکھیں خلافتِ ارضی سے محروم ہو کر دنیا میں درماندگی کی زندگی بسر کرنا، دلیل ہے اس امر کی کہ ہمارا مالک ہم سے ناراض ہے... منطقی بات ہے کہ اگر اس نے ناراض ہو کر ہمیں دنیا میں فلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے تو ہماری عاقبت کی تباہی بھی اس سے عیاں ہے۔ سورۃ الجن میں مذکور ہے کہ جب جنات حضور اقدس ﷺ کا قرآن سن کر اپنی قوم میں گئے تو اپنے ایمان کے متعلق سب سے پہلی بات یہی کہی کہ "ہم شرک نہ کریں گے" جن جن ہو کر بھی شرک کی برائی کو جان گئے مگر ہم اشرف المخلوقات ہو کر شرک سے مات کھا گئے۔

دعا برحق، اسکی قبولیت برحق، نیک بندوں کی دعا کی فضیلت برحق، اس کی طلب برحق... پر یہ ضرور ایمان رکھیں کہ دعا کرنے والا بندہ ہے... الہ نہیں... اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں مگر وہ پابند نہیں ہیں۔ وہ اپنے پیاروں کی دعا قبول بھی کرتا ہے اور نہیں بھی کرتا... رسول اللہ ﷺ کی کیا خواہش اور کیا شدتِ دعا تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئیں، مگر دعائے پیغمبرؐ مشیتِ الٰہی کے ماتحت رہے اور دعا کا قرآنی طریقہ ﴿ربنا﴾ "اے ہمارے رب" ہے۔ اپنے رب کو گریہ وزاری، عاجزی وانکساری کے ساتھ اور چھپ چھپ کر پکاریں۔ وہ سب کی سنتا ہے مگر کسی خاص بندے کی سننے اور قبول کرنے کا پابند نہیں ہے۔ وہ مالک ہے... مالک اپنے غلاموں پر فضل تو فرماتا ہے مگر ان کا پابند نہیں ہوتا۔ پابند ہونا اس کی الوہیت کو زیبا نہیں۔ اور پھر یہ تو بڑی ہی خود غرضی ہے کہ ہم اپنی دنیوی حاجات و اغراض کی تکمیل کے واسطے غیر اللہ کے دروازوں پر سجدے کریں... انکے آستانوں کو چومیں ... ان کے قدموں اور ہاتھوں کو چومیں .... صرف اس عقیدۂ فاسدہ کے تحت کہ وہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں۔ آیئے !! اپنے رب کے دربار میں پیش ہو جائیں۔ حنیف بن جائیں... دنیا کی امامت آپ کی منتظر اور جنت آپ کی راہ دیکھ رہی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ